مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے

ابو محفوظ الکریم معصومی

○

یہ خیال بہت عام ہے کہ حضرت عثمان رضؓ نے پہلی بار قرآن کریم کو دو دفتیوں میں جمع کیا۔ لیکن اس کے خلاف شواہد کی کمی نہیں ہے۔ قرآن کے نسخوں پر[1] "مصحف" کا اطلاق عہد عثمانی سے پہلے بھی ہوتا تھا اور اس کی ترتیب کتابی شکل ہی میں ہوتی تھی۔ حضرت علیؓ سے منقول ایک مستند روایت کے الفاظ ہیں:

"سمعت علیاً یقول: اعظم الناس اجراً فی المصاحف ابوبکر۔ رحم اللہ علی ابی بکر هو اول من جمع بین اللوحین" [2]

اسی بنا پر بہ شکل مصحف، قرآن کا جمع کیا جانا ابوبکر صدیق رضؓ کی اوّلیات میں شمار ہوتا ہے[3] بلکہ نیشاپوری نے مقدمۂ تفسیر میں صراحت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے صحابۂ کرام کے مشورے

---

[1] مصحف کا اطلاق بعض قدیم مصنفین قراءتوں پر بھی کرتے تھے جیسے ابوبکر بن ابی داؤد اور خود ابو داؤد، رک (= رجوع کنید) کتاب المصاحف ص ۵۰ ومابعد

[2] کتاب المصاحف ص ۵ De Goeje Fund رقم ۱۲۱ حافظ ابن حجر نے اس اثر کو نقل کرتے ہوئے اس کی سند کو "حسن" قرار دیا ہے لیکن متن میں انھوں نے دو مختلف سلسلوں کے الفاظ ملا دئے ہیں اور "بین اللوحین" کے الفاظ حذف کر دئے ہیں۔ رک فتح الباری (۹: ۹) طبع مصر ۱۳۲۵ھ بعد کے لوگوں نے فتح الباری ہی کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ سیوطی: الاتقان (۱: ۱۹۹) مصر ۱۹۴۱: روح المعانی (۱: ۲۲) طبع المنیریہ [3] سیوطی: تاریخ الخلفاء ص ۷۵ طبع ہند

سے نسخہ قرآن کا نام "مصحف" رکھا تھا[1]۔ حضرت عمرؓ کا یہ قول بہت مشہور ہے "لایملین
لایملین فی مصاحفنا الاغلمان قریش و ثقیف [2]"

عہد عثمانی سے پہلے معروف کاتبین وحی کے علاوہ کچھ لوگ کتابت مصاحف کے لئے مشہور تھے:
جیسے نافع بن ظریب النوفلی[3] جن کے متعلق ابوالمنذر ہشام بن محمد الکلبی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ کے لئے مصاحف کی کتابت کرتے تھے، یا ناجیۃ الطفاوی[4] جن کا تذکرہ اسی لحاظ سے کیا جاتا ہے کہ نقل مصاحف کا مشغلہ رکھتے تھے۔ سفر و حضر میں بڑی تقطیع کے قرآنی نسخوں کی حفاظت اسی طور پر ہو سکتی تھی کہ صحف صدیقی یا صحابہؓ کے نسخوں کی نقل حاصل کرنے والے پوری نقل کو دو دفتیوں میں محفوظ رکھیں۔ عہد فاروقی میں حضرت ابوالدرداء کی رفاقت میں دمشقی مدینہ پہنچے تھے[5] کہ اپنے مصحف کی تصحیح مدینہ کے قرآ صحابہ اور اصل نسخوں سے

---

[1] نیشاپوری: علی ھامش الطبری (۱: ۲۴) نیشاپوری کے سامنے کس درجہ کی روایت تھی ہمیں معلوم نہیں ہمارے سامنے حضرت علیؓ کا اثر بہت کافی ہے اس کے علاوہ ابوالعالیہ (م ۹۰ھ) کے یہ الفاظ ہیں "انھم جمعوا القرآن فی مصحف فی خلافۃ ابی بکر" رک ابن ابی داؤد کتاب المصاحف ص ۹۔ سیوطی نے ایک عجیب وغریب روایت ابن اشتہ کی کتاب المصاحف" نقل کی ہے کہ حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مرتبہ نسخۂ قرآن کا نام "مصحف" رکھا تھا، اس کی غرابت سیوطی سے مخفی نہیں۔ تاہم انھوں نے اس کی توجیہ یوں کی ہے کہ سالم کا یہ کارنامہ ابوبکر صدیق کے حکم سے ہوا ہوگا حالانکہ سالم کی شہادت جنگ "یمامہ" میں ہو چکی تھی۔ آلوسی نے ٹھیک ہی لکھا ہے: "وھی منہ لا یقال اصاحبھا
روح المعانی (۱: ۲۲)، الاتقان (۱: ۱۰۰)

[2] کتاب المصاحف ص ۱۱، فتح الباری (۹: ۹)

[3] ابن حجر: الاصابہ (۲: ۵۱۵) مصر ۱۹۳۹ء

[4] ایضاً (۳: ۱۳۵)

[5] کتاب المصاحف ص ۱۵۵

مقابلہ کے ذریعہ کریں، یہ بھی واضح رہے کہ مصحف کا لفظ اسلام سے پہلے عرب شعراء کی زبان پر مسیحی صحیفوں کے لیے رائج تھا، امرؤ القیس الکندی کا شعر ہے :[1]

أتت حجج بعدی علیھا فاصبحت　　کخطّ زبورٍ فی مصاحفِ رھبانِ

حضرت عثمان رض کا اصل کارنامہ یہ تھا کہ اُنھوں نے "مصحف صدّیقی" کی اشاعت عام کر دی اور تمام مصاحفِ فردیہ کو یک قلم موقوف کر دیا جن کی اشاعت کے باعث "احرف سبعہ"[2] کی یکساں قرآنیت کا عقیدہ کمزور ہو رہا تھا؛ یہ اقدام حضرت عثمانؓ کے تنہا غور و فکر کا نتیجہ نہیں تھا[3] بلکہ مدینہ کے صحابہ کرام جن کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی[4] ان سب کا متفقہ فیصلہ ہی ہُوا اور اسے بیرونی دیار و امصار کے صحابہ کی پُوری تائید حاصل ہی مجلس صحابہ کی کارروائی کا واضح عکس علی کرم اللہ وجہہ کی تقریر[5] میں نظر آتا ہے جس کی روایت مشہور تابعی سوید بن غفلۃ الجعفی[6] کی زبانی محفوظ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، جن کی مخالفت کا ذکر خاص طور پر کیا جاتا ہے، ابن الواضح یعقوبی نے ان کے متعلق ایسی روایت بھی لکھی ہے جس کی معنوی قوت ناقابل انکار ہے، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ایک مصحف پر لوگوں کو جمع کرنے کی تجویز خود حضرت ابن مسعود[7] نے لکھ بھیجی تھی، بعد میں جب ان کو معلوم ہُوا

---

[1] دیوان امرئ القیس (شرح الوزیر) ص ۹۶ : العقد الثمین ص ۱۶۰

[2]۔ اس بحث کی تفصیلات فتح الباری (۹ : ۱۸) الاتقان رُوح المعانی (۱ : ۲۱) وغیرہ میں۔ دیک عام میں، خاص طور پر موسیٰ جار اللہ مرحوم اور عبدالعظیم زرقانی کی تنقیحات قابل مطالعہ ہیں۔ موسیٰ جار اللہ: کتاب ترتیب السور الکریمۃ وتناسبھا فی النزول وفی المصاحف ص ۲۶۰-۲۶۳۔ زرقانی : مناہل العرفان فی علوم القرآن : ۱۳۰-۱۸۵) مصر ۱۳۷۲

[3] اس سلسلے میں جاحظ کی تحریر بھی قابل مطالعہ ہے، دیکھیے رسائل الجاحظ ص ۱۲۰ - ۱۲۲ مصر ۱۹۳۳

[4] الجعبری (۶۴۰-۷۳۲ھ) : جمیلۃ ارباب المراصد، ورق ۱۲ ب مخطوطہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال رقم A ۱۲۶ - طاہر الکردی : تاریخ القرآن وغرائب رسمہ ص ۶۰

[5]۔ پوری تقریر کتاب المصاحف میں درج ہے ص ۲۲ - ۲۳۔ اقتباسات کے لیے دیکھیے : فتح الباری ۹ : ۱۵) رُوح المعانی (۱ : ۲۳ : ابو عبداللہ زنجانی : تاریخ القرآن ص ۴۶ نیز المنتقیٰ من منہاج الاعتدال الذہبی ص ۳۹۳ حاشیہ محب الدین رقم : ۲ وغیرہ

[illegible] تاریخ الیعقوبی [illegible] طبع نجف ۱۳۵۸ھ

کہ انفرادی مصاحف جلا ڈالے جائیں گے تو ان کی رائے بدل گئی۔ اصل یہ ہے کہ ان کی مخالفت کی وہ نوعیت ہرگز نہ رہی ہوگی جو ظاہری روایتوں سے اخذ کرلی جاتی ہے۔ چنانچہ ان کی مخالفانہ تقریروں میں کوئی لفظ ایسا نہیں ملتا جس سے یہ ثابت ہو کہ مصاحف عثمانیہ کی صحت و استناد پر ان کو کسی نہج سے اعتراض تھا۔ معوذتین و فاتحہ جن کی قرآنیت سے خود ان کو انکار نہیں تھا اور بعض دوسرے جزئیات جن میں ان کی رائے الگ تھی۔ ان تمام مسائل میں ان کی کیفیت یہی رہی کہ تحقیق حق کے بعد ان کی مخالفت[1] ختم ہوگئی۔ ابن ابی داؤد نے جمع عثمانی پر ابن مسعودؓ[2] کی رضامندی کا مستقل باب باندھ کر فلفۃ الجعفی[3] کی زبانی یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ اشاعت مصاحف عثمانی کی اطلاع جب اہل کوفہ کو پہنچی تو کچھ لوگ حضرت ابن مسعود کے پاس پہنچے ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم آپ کی خدمت میں یونہی ملاقات کی غرض سے حاضر نہیں ہوئے ہیں، بلکہ بلکہ اس تازہ خبر (اشاعت مصحف کی خبر) سے پریشان ہوکر آئے ہیں کہ آپ ہمیں مطمئن کردیں۔ ابن مسعود نے ان لوگوں کے جواب میں یہ فرمایا: إنّ القرآن أنزل علی نبیکم من سبعة أبواب، علی سبعة أحرف [أو حرف] وإنّ الکتاب قبلکم کان ینزل [أو نزل] من باب

---

[1] دیکھئے فتح الباری (۸: ۵۷۱) مصر ۱۳۰۱ھ اور خاص طور پر: مناہل العرفان (۱: ۲۶۸- ۲۶۹)

[2] کتاب المصاحف ص ۱۸، حافظ ابن حجر نے اس باب کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ اس کے تحت جو روایت فلفۃ الجعفی کی درج ہے وہ ترجمۃ الباب سے مطابقت نہیں رکھتی ہے۔ رک فتح الباری (۹: ۱۴) عدم مطابقت کا شکوہ ہمارے خیال ناقص میں یوں پیدا ہوا کہ ابن حجر کی نظر صرف اسی مسلک پر مرکوز رہی کہ جمع عثمانی کا مقصد "حرف واحد" کو بالاتفاق اختیار کرنا تھا، جیساکہ امام طبری اور ان کے ہم خیال محققین کی رائے ہے۔ دیکھئے مقدمۃ تفسیر طبری (۱: ۱۹، ۲۱) فتح الباری ۹: ۲۴ اگر اشتمال علی الأحرف السبعة کا قول ملحوظ رکھا جائے۔ جیساکہ باقلانی اور ان کی رائے سے اتفاق رکھنے والوں کا کہنا ہے تو ترجمۃ الباب سے روایت کی ہم آہنگی خود بخود واضح ہوجاتی ہے۔

[3] فلفۃ بن عبداللہ الجعفی الکوفی کے لیے دیکھئے: تہذیب التہذیب (۸: ۳۰۲)

واحد معناهما واحد"[1] اس جواب سے ظاہر ہے کہ حضرت ابن مسعود کے نزدیک مصاحف عثمانی کی اشاعت پر لوگوں کو جو تشویش لاحق ہوئی تھی، وہ بالکل بجا اور "سبعۃ أحرف" کی مبینہ قرآنیت سے ناواقفیت پر مبنی تھی۔ امام باقلانی اور ان کے ہم خیال محققین کے اس مسلک کے بموجب کہ مصحف عثمانی "سبعۃ أحرف" کو محیط ہے[2] حضرت ابن مسعود کا یہ جواب، مصحف عثمانی پر ان کے اعتماد و اطمینان کا بیّن ثبوت ہے۔ ابن کثیر نے یہ صراحت کی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ابن مسعود سے خط وکتابت کرکے ان کو بھی متفق کر ہی لیا تھا: "فأناب وأجاب إلی المتابعۃ وترك المخالفۃ"[3] ان باتوں سے غالب گمان ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے اپنا مرتّبہ نسخۂ قرآن[4] بعد میں اپنی رضامندی سے حضرت عثمانؓ کے سپرد فرمایا ہوگا اگرچہ ابن العربی کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اس سلسلے میں حضرت عثمانؓ کو اپنا اختیار خصوصی استعمال کرنا پڑا تھا، اصل الفاظ یہ ہیں "فأکرهه عثمان علی رفع مصحفه ومحا رسومه فلم یثبت له قراءۃ أبدا"[5]

حضرت عثمانؓ نے جس طرح اشاعت مصحف صدّیقی کا فیصلہ صحابہ کے مشورے سے کیا تھا نقل نویسوں اور املا کرنے والوں کا انتخاب بھی انہی کی رائے سے کیا خصوصاً کاتبِ مصحف کی

---

[1] اس روایت کے دوسرے الفاظ و طرق کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری (۹ : ۲۴)

[2] دیکھئے فتح الباری (۹ : ۲۴) ابن الجزری : طیبۃ النشر (۱ : ۳۱) الاتقان (۱ : ۸۵) عبد العظیم زرقانی، مناہل العرفان (۱ : ۱۴۶-۱۶۴) اور (۱ : ۳۹۳-۴۹۴) موسیٰ جار اللہ : ترتیب السور الکریمۃ ص ۲۶۰-۲۷۳

[3] البدایۃ والنہایۃ (۷ : ۲۱۷)

[4] حضرت ابن مسعود کے مرتّبہ مصحف کا معتبر نسخہ ہرگز موجود نہیں رہا۔ چوتھی صدی کے مشہور وراق، ابن الندیم کا بیان ہے کہ مصحف ابن مسعود کی کئی نقلیں نظر آئیں لیکن ان میں سے کوئی دو نسخے بھی یکساں نہیں ملے، اسی وراق کا بیان ہے کہ ایک نسخہ جو تقریباً دو سو سال کا ہوگا اس میں سورۂ فاتحہ بھی نوشتہ تھا۔ رک الفہرست ص ۴۰ طبع مصر ۱۳۴۸ھ

[5] العواصم والقواصم (۲ : ۱۰۸) طبع الجزائر

سرکردگی قراءت وکتابت میں زید بن ثابت کیا اور املا میں سعید بن العاص (بن سعید بن العاص) کو اسی مجمع میں تحقیق حال کے بعد بلا اختلاف رائے دی گئی[1] ۔ ضرورت کے مطابق کاتبین کے زمرے میں اور اشخاص بھی شامل کئے گئے، امام بخاری کی روایت[2] میں ان میں سے عبداللہ بن الزبیر اور عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام المخزومی (م ۴۳ھ) کے نام بھی ملتے ہیں۔ ویسے کاتبین کی مجموعی تعداد ۱۲ تک پہنچتی ہے[3] اور ان چار ناموں کے علاوہ حضرت أبی کعب، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن عباس انس بن مالک، مالک بن ابی عامر، اور افلح بن کثیر کے نام متفرق روایات[4] کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں ۔

اس فہرست کے دو ناموں میں روائتی اختلاف بھی ہے بسعید بن العاص کا ذکر عمارۃ بن غزیہ[5]

[1] حضرت علی کی تقریر بروایت سوید بن غفلہ کتاب المصاحف ص ۲۲

[2] بخاری : الجامع الصحیح (۶ : ۲۲۶) طبع مصر ۱۳۴۵ھ

[3] کتاب المصاحف ص ۲۵ : فتح الباری (۹ : ۱۵) وغیرہ

[4] کتاب المصاحف ص ۱۹ تا ۲۶ ۔ تفسیر طبری (۱ : ۲۱) الدانی : کتاب المقنع ص ۵، ۷، جیلۃ ارباب المراصد ورق ۱۳ الف - حافظ ابن حجر نے عبداللہ بن عمر کا ذکر نہیں کیا ہے فتح الباری (۹ : ۱۵)

[5] م ۱۴۰ھ تفسیر طبری میں غزیۃ، کی جگہ "خزیمۃ" ہمارے خیال میں تصحیف مطبعی ہے اگرچہ ایک راوی عمارۃ بن خزیمہ (م ۱۰۵ھ) بھی ہوئے ہیں عمارۃ بن غزیہ کی محولا بالا روایت کو حافظ ابن حجر نے شاذ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے : "تفرد بہا نعیم بن حماد عن الدراوردی" الاصابہ (۱ : ۲۰) طبع کلکتہ مگر حقیقت یہ ہے کہ نعیم بن حماد باوجودیکہ "الحدیث" ہے اس روایت میں متفرد نہیں، کیونکہ یہ روایت داوردی سے احمد بن عبدہ الضبی کی بھی ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر طبری (۱: ۱۹ - ۲۰) لیکن فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے دوسرے انداز میں نقل کیا ہے اور خطیب بغدادی کے حوالے سے ابان بن سعید کے ذکر کو دراوردی کے شیخ عمارۃ بن غزیہ کا وہم قرار دیا ہے۔ رک فتح الباری (۹ : ۱۵) اس روایت پر مزید بحث کے لئے ملاحظہ کیجئے فتح الباری (۹ : ۸)

کی روایت میں آتا ہے۔ مشہور قوں کے مطابق اس وقت تک ابان بن سعید کا زندہ رہنا صحیح نہیں ہے موسیٰ بن عقبہ اور اکثر علمائے انساب نے معرکۂ اجنادین ۱۳ھ میں ابان کی شہادت بتائی ہے صرف ایک مؤرخ ابو حسان الزیادی (م ۲۴۳ھ) نے ابان کی وفات ۲۷ھ میں قرار دی ہے[51]

اسی نوعیت کا بڑا اختلاف عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام کے سلسلے میں پیدا ہوتا ہے۔ کاتبین مصحف کے زمرے میں عبدالرحمان بن الحارث کی شمولیت بخاری کی روایت سے ثابت ہوتی ہے۔ اسی روایت سے ثابت ہوتی ہے۔ اسی روایت کی نقل حمیدی (م ۴۸۸ھ) کی کتاب "الجمع بین الصحیحین" میں ملتی ہے۔ لیکن حمیدی کی نقل میں عبدالرحمان بن الحارث کی جگہ عبداللہ بن الحارث بن ہشام المخزومی کا نام درج ملتا ہے[52] "صحیح بخاری" کے متداول نسخوں میں ایسا اختلاف نہیں پایا جاتا اس کے باوجود اس تغیر کو ہم حمیدی کے تسامح پر محمول نہیں کر سکتے کہ اس موقع پر ابن الصلاح نے بہت محتاط ہو کر گفتگو کی ہے، حالانکہ "الجمع بین الصحیحین" للحمیدی پر ابن الصلاح کی جو تعلیقات ثبت ملتی ہیں ان میں حمیدی کی سامحات کی نشاندہی خاص طور پر کی گئی ہے۔ ابن الصلاح کے اصل الفاظ یہ ہیں: "عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام، اذ ھو کذالک فیما عندنا من کتاب البخاری وھو المعروف وعبداللہ بن الحارث بن ھشام لہ وجود فی ذالک العصر ایضاً"[53]

---

[51] الاستیعاب علی ھامش الاصابۃ (۱: ۴۶ - ۴۸) مطبوع مصر الاصابۃ ۱: ۲۰) مطبوع کلکتہ

[52] الحمیدی: کتاب الجمع بین الصحیحین الجزء الاول، ورق ۲ ط، نسخۂ مجمع اسیاوی کلکتہ رقم A ۱۸۵

[53] یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ انساب قریش کے دو معروف محقق مصعب الزبیری (م ۲۳۶ھ) اور زبیر بن بکار (م ۲۵۶ ہجری) نیز ابن قتیبہ دینوری (م ۲۷۶ ہجری) نے حارث بن ہشام مخزومی کی اولاد کے تذکرے میں عبداللہ بن الحارث کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔ نسب قریش۔ اخبارھا الزبیر بن بکار الزبیری: ورق ۱۳۰ ﻫ تصویریہ نسخہ بودلیانا، اکسفورڈ۔ کتاب المعارف: ص ۱۴۳ — ۱۴۴ طبع وستفلد، غوتنجن سنہ ۱۸۵۰ء

ذکرہ ابن عبد البر[۱] وابن أبی حاتم، وإن فات الخطیب أبا بکر، فلم یذکرہ فیمن اسمہ عبد اللہ بن الحارث، واللہ أعلم"

حمیدی کے علاوہ، متأخرین میں سے الجعبری (م ۷۳۲ھ) شارح "عقیلہ" شاطبیہ نے جہاں مصحف عثمانؓ کی نشان دہی مختلف روایات کی رو سے کی ہے، عبد اللہ بن الحارث بن ہشام المخزومی کا نام بھی درج کیا ہے[۲]۔ عبد اللہ کی شمولیت کے بعد کاتبین مصحف کی فہرست میں صرف ایک نام کی جگہ خالی رہتی ہے۔

اشاعت مصاحف کی کارروائی از روئے تحقیق ۲۵ھ کے اواخر سے شروع ہوئی تھی اور ۳۰ھ تک جاری رہی[۳]، تمام نسخے اس وقت کے مروجہ خط "الجزم" میں لکھے گئے جسے بعد میں خط کوفی کا نام دیا گیا۔ اس وقت خط جزم نقط وشکل سے خالی ہوا کرتا تھا اس لئے مصاحف عثمانیہ بھی اعراب اور نقطوں سے یکسر معری تھے[۴] اور ان کی قراءت عربوں کے روایتی سلیقے پر چھوڑی نہیں جا سکتی تھی۔ قراءت میں ادائیگی کی وہی کیفیتیں صحیح

---

[۱] ابن عبد البر القرطبی: الاستیعاب: ۳۴۴ رقم ۱۴۸۱، حیدر آباد ۱۳۳۶ھ، ابن ابی حاتم: کتاب الجرح والتعدیل جلد ۲ قسم ۲ ص ۳۲ رقم ۱۴۲ حیدر آباد ۱۹۵۳م، ابن الاثیر: اسد الغابہ: (۳: ۱۴۰) ابن حجر (۲: ۵۹) رقم ۶۱۷۲ مصر ۱۹۳۹م

[۲] جمیلۃ ارباب المراصد، ورق ۱۳ ط نسخہ جمع اسیادی کلکتہ

[۳] فتح الباری (۹: ۱۴) کتاب ترتیب السور الکریمۃ ص ۲۷۱-۲۷۲۔ تاریخ القرآن وغرائب رسمہ: ص ۵۱-۵۲ معرکۂ آذربائیجان وآرمینیہ کے سلسلے دیکھئے: فتوح البلدان ص ۳۲۸ طبع لیدن طبری نے دونوں جنگوں کی تاریخ بہ روایت ابو مخنف ۲۴ ہجری بتائی ہے اور دوسرے قدیم مورخین ۲۶ ہجری بتلاتے ہیں۔ دیکھئے تاریخ الامم والملوک ۳: ۳۰۷) مصر ۱۹۳۹ء ابن الاثیر، ابو الفداء ابن خلدون وغیرہ جمع قرآن کا تذکرہ ۳۰ھ کے تحت کرتے ہیں حافظ ابن حجر نے اس سے اختلاف کیا ہے، ابن کثیر نے اشاعت مصاحف کے تذکرے میں تاریخ کی صراحت نہیں کی ہے۔ علامہ موسیٰ جار اللہ نے اس کی تاریخ ۲۵ ہجری کے اواخر سے ۳۰ھ تک لکھی ہے۔ ہمارے خیال میں جمع بین الاقوال کی مناسب شکل یہی ہے۔

[۴] کتاب المصاحف باب نقط المصاحف وغیرہ یا الدانی: کتاب المحکم فی نقط المصاحف ص ۱۰

تھیں جن کا ثبوت نبی اکرمؐ سے بالمشافہ سماع کے ذریعہ صحابہ کو مسلم تھا، لہٰذا ہر نسخے کے ساتھ ایک مستند قاری بھیجے گئے، مدینہ کے عوام کو صحیح قرآت سکھانے پر زید بن ثابت مامور ہوئے اسی طرح عبداللہ بن السائب (م ۷۰ھ تقریباً) عامر بن عبد قیس — ابو عبد الرحمٰن السلمی [1] اور مغیرہ ابن ابی شہاب (م ۹۱ ہجری) علی الترتیب، مکی، بصری کوفی اور شامی نسخوں کے ساتھ روانہ کئے گئے کہ عوام کو قراءۃ صحیح ثابت کی تعلیم دیں۔

مصاحف عثمانی کی تعداد میں اقوال بہت مختلف ہیں غالباً صحیح یہ ہے کہ کل آٹھ نسخے تھے جن میں سے ایک حضرت عثمانؓ کے پاس رہا۔ قراء کی ایک جماعت [2] اسی کو "الامام" کہتی ہے۔ کچھ "امام" کا اطلاق "مصاحف امصار" پر بھی کرتے ہیں۔[3] اور ہمارے خیال میں ان تمام نسخوں میں سے ہر ایک کی اپنی جگہ جو حیثیت مسلم تھی اس کے اعتبار سے تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ بہرحال باقی سات نسخے مدینہ، مکہ، بصرہ، کوفہ، شام، یمن، اور بحرین کو بھیجے گئے۔ ابن کثیر نے بحرین کی جگہ مصر کا ذکر کیا ہے[4] اور مصحف خاص کو شمار نہیں کیا۔ مؤرخ یعقوبی کا بیان سب سے الگ ہے، اس نے مذکورہ بالا مقامات کے ساتھ مصر اور الجزیرہ کو شامل کر کے "مصاحف امصار" کی تعداد ۹ تک پہنچا دی ہے[5]

---

[1] کتاب المصاحف ص ۳۴، الدانی: المقنع ص ۱۰۔ العواصم والقواصم (۲: ۱۹۳-۲۰۴) ابن الجزری طبقۃ النشر (۱: ۷)، فتح الباری (۹: ۱۶)۔ الکردی: ۴۹۔ الزرقانی: مناہل العرفان (۱: ۳۹۵-۳۹۶)

[2] مثلاً ابو عبید القاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ) ابوبکر بن ابی داؤد (م ۳۱۶ھ) دیکھئے کتاب المصاحف ص ۳۷: المقنع ص ۱۵ وغیرہ

[3] جیسے عاصم الجحدری کثیر بن عبید۔ ابو البرھم وغیرہ۔ دیکھئے کتاب المصاحف ص ۴۴۔ المقنع ص ۱۶۔ ابن کثیر کے الفاظ ہیں "ویقال لھذہ المصاحف الائمۃ" دیکھ البدایۃ والنہایۃ (۷: ۲۱۶) امام مالک کے ایک مقولہ میں "الامام" کا لفظ اصل نسخۂ عثمانی کی نقل پر اطلاق کیا گیا ہے اصل الفاظ یہ ہیں

ولا یزال الانسان یسألنی عن نقط القرآن، فاقول لہ: اما الامام من المصاحف فلا أری ان ینقط" دیکھ کتاب المحکم فی نقط المصاحف: ص ۱۱ تحقیق الدکتور عزۃ حسن ۱۹۶۰ء

[4] البدایۃ والنہایۃ (۷: ۲۱۱)

[5] تاریخ الیعقوبی (۲: ۱۴۷) طبع نجف

یمن اور بحرین کے نسخوں کے علاوہ مصحف خاص اور مصاحف خمسہ عامہ کے بارے میں شک شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اس لئے کہ ان چھ نسخوں کے رسم الخط کے متعلق تمام تفصیلات قرآ کی روایتوں میں متداول و معروف ہیں[۱]۔ البتہ یمن اور بحرین کے نسخوں کی بابت محققین قراءت کا یہ اعتراف ملتا ہے کہ ان کی روایتوں میں ان دو مصحفوں کا کوئی حوالہ نہیں آتا[۲]۔

تاریخی روایات میں متعدد مصاحف کا تذکرہ ملتا ہے جن کی شہرت حضرت عثمانؓ کے شائع کردہ مصاحف کے اصلی نسخوں کی حیثیت سے تھی، ان نسخوں کے متعلق منتشر اطلاعات کا خلاصہ ذیل کی سطروں میں پیش کیا جاتا ہے، مگر اس کے ساتھ ہی یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ کسی قدیم مصحف کو اصل نسخہ عثمانی کی حیثیت سے مشہور کر دینا جس قدر آسان ہے۔ اس کی اصلیت کا ثابت کرنا اسی قدر دشوار ہے۔ کوئی قدیم نسخہ جس کے خط کی قدامت مسلم ہو، جس میں نقطے اور اعراب نہ لگے ہوں، جس کی لکھائی کھال یا قرطاس[۳] پر ہو، جس کی تقطیع عہد صحابہ و تابعین کی روائتی تقطیع کے مطابق اور جس کی رسم، رسم عثمانی ہو، غرض اس میں

۱؎ کتاب المصاحف، کتاب المنقع اور دوسری تمام فنی کتابیں۔

۲؎ فتح الباری (۹: ۲۶) جمیلہ شرح العقیلہ، ورق ۱۴ ب: فلم نسمع لهما خبراً ولا علمنا من نفذ معهما جعبری نے یہ الفاظ ابو علی (الاهوازی؟) کے حوالہ سے نقل کئے ہیں۔

۳؎ قرطاس کا استعمال دور جاہلیت میں ہوا کرتا تھا اس کا ثبوت خود قرآن مجید میں ملتا ہے سورۃ الانعام رکوع ۱- آیۃ - نیز رکوع ۱۱- آیۃ اغالباً شام سے اس کی درآمد ہوتی تھی طرفۃ بن العبد کا شعر ہے:-

وخد کقرطاس الشامی ومشفر — کسبت الیمانی قدہ لم یجرد

عہد عثمانی کے متعلق عام طور پہ مشہور ہے کہ مصاحف کی کتابت کھال پہ ہوتی تھی، لیکن تعدد نسخ کے پیش نظر ممکن ہے کہ قرطاس بھی استعمال کیا گیا ہو، خاص طور پر صحف صدیقی کے بارے میں سالم اور خارجۃ بن زید کا بیان ہے: ان ابا بکر کان جمع القرآن فی قراطیس، (ک کتاب المصاحف ص ۹- یہی الفاظ ابن حجر نے براہ راست موطا ابن وہب کے حوالہ سے نقل کئے ہیں (ک فتح الباری (۹: ۱۳)

تمام خصوصیتیں پائی جاتی ہوں، پھر بھی اسے اصل نسخہ عثمانی قرار دینے کے لیے کوئی یقینی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اسی دشواری کی وجہ سے علامہ سمہودی نے "مصحف مدینہ" کے سلسلہ میں بحث وتمحیص کے بعد یہ لکھا ہے: "لیس معنا فی امر المصحف الموجود الیوم سوی مجرد احتمال"۔ [1] جن نسخوں کا تذکرہ ذیل میں درج کیا ہے، ہمیں اعتراف کر لینا چاہیئے کہ ان کے متعلق جملہ تاریخی معلومات کا استقصاء کرنا ہمارے لیے ممکن نہ تھا۔ اور معلوم نہیں کہ ان نسخوں کے علاوہ اور کتنے نسخے ہوں گے جن کی بابت ہمارے پاس کوئی اطلاع نہیں۔ (باقی)

---

[1] وفاء الوفاء (۱: ۴۸۲)

ایک معرکتہ آلارا کتاب

مرزائیت اور اسلام

علامہ احسان الٰہی ظہیر کے قلم سے

خوبصورت طباعت کتابت اور حسین جلد اور گٹ اپ کے ساتھ ۲۴۰ سے زیادہ صفحات سفید کاغذ ۲۳/۱۸ سائز پر قیمت صرف چھ روپے

ادارہ ترجمان السنہ۔ ۷۔ ایبک روڈ۔ لاہور